مُسلمانانِ بنگال

کا

اِستحصال

آرمی ٹروپ کے موٹیویشن کمیٹی۔ جی۔ایچ۔کیو

جولائی ۱۹۷۱ء

مُسلمانانِ بنگال کا عرُوج و زوال

قوموں کا حافظہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ انہیں لاکھوں باتوں میں سے چند باتیں یاد رہتی ہیں لیکن یادداشت کی یہ کمزوری اُس وقت نہایت ہی افسوسناک اور خطرناک ہوتی ہے جب کوئی قوم یہ بھول جائے کہ اُس کے اَسلاف نے کس قسم کی جدوجہد اور کتنی قربانیوں کے بعد عروج حاصل کیا تھا یا کس قسم کی کمزوریوں اور کن کن دشمنوں کی ریشہ دوانیوں اور تخریبی کارروائیوں کی وجہ سے زوال کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب سے کوئی دو سو برس ادھر کی بات ہے۔ جنگِ پلاسی سے پہلے بنگال میں مسلمانوں کا راج تھا۔ جاگیردار، امین دار اور زمیندار سب کے سب مسلمان تھے تجارت میں اُن کا بڑا حصّہ تھا۔ انتظامیہ اُن کے ہاتھ میں تھی۔ دیوان، مُفتی، قاضی، مولوی، صدر امین اور کوتوال سب کے سب مسلمان تھے۔ عوام میں تعلیم عام تھی۔ مکتب اور مدرسے جاری تھے اوقات کا کوئی شمار نہ تھا۔ اگرچہ اُس زمانے میں بنگال کے تمام باشندے خواہ وہ ہندو تھے یا مُسلمان، خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن خاص طور پر مسلمانوں کی معاشی حالت مُستحکم تھی۔ غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ یہ حالت ساڑھے پانچسو برس سے برابر چلی آرہی تھی۔ جب زمانے نے پلٹا کھایا تو سو برس سے بھی کم مدّت میں مُسلمانانِ بنگال روٹی کو ترسنے لگے۔ زمین ہاتھ سے نکل گئی، عہدے اور منصب چھن گئے۔ تجارت سے کوئی تعلق نہ رہا۔ سر ولیم ہنٹر اپنی کتاب "ہندوستانی مُسلمان" میں لکھتے ہیں۔ "سچ تو یہ ہے کہ جب حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں آئی اُس وقت مُسلمان قوم ہی برتر قوم تھی۔ اُس کی برتری صِرف اِس بات میں نہ تھی کہ وہ بہادر اور جنگ آزما تھے بلکہ اُن میں سیاسی تدبّر، ملکی تنظیم اور حکمرانی کی سُوجھ بُوجھ تھی۔ لیکن اب اِن کی حالت یہ ہے کہ ان پر ایک طرف تو اعلیٰ ملازمتوں کے دروازے بند ہیں اور دُوسری طرف وہ

معاشرہ میں باعزت پیشوں سے بھی محروم ہیں ..... حقیقت یہ ہے کہ آج شاید ہی کلکتہ میں کوئی سرکاری دفتر ایسا ہو جس میں مسلمان قلی، چپڑاسی، قلم تراش یا دواتوں میں روشنائی بھرنے کے کام سے اونچی کسی اسامی کی امید کر سکیں[1]۔" یہ 1871ء کی حالت تھی۔ اس کے بعد حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ افلاس اور غلامی مسلمانانِ بنگال کی تقدیر بن گئی۔ تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ یہ سب کچھ انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے انگریزوں نے ہندوؤں کی غداری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حکومت حاصل کی۔ یہ سب کچھ اُنہوں نے کس عیاری اور فریب سے کیا۔ اِس کا حال نیچے پڑھیے:۔

انگریزوں کی عیاری، ہندوؤں کی غداری

جنگِ پلاسی کے بارے میں مشہور ہے کہ میر جعفر نے نواب سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ اِس بات میں کوئی شک نہیں لیکن تاریخ اس حقیقت کو بھی بے نقاب کرتی ہے کہ ایک مُسلمان غدار کے ساتھ ساتھ بیسیوں ہندو ملازم اور ہندو شہری غداری کر رہے تھے۔ دراصل اُن ہندو غداروں ہی نے میر جعفر کو غداری پر اُکسایا تھا۔ یہ لوگ کوئی معمولی آدمی بھی نہ تھے۔ ان میں گورنر اور جرنیل کے درجہ کے لوگ تھے جن میں سے خاص طور پر مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ مانک چند

کلکتہ پر قبضہ کرنے کے بعد نواب سراج الدولہ نے کلکتہ کا انتظام اور فوج کی کمان مانک چند کو سونپ دی۔ انگریز پسپا ہو کر فلتہ چلے گئے۔ وہاں اُنہوں

[1] INDIAN MUSSALMAN BY W.W HUNTER PUBLISHED BY PREMIER BOOK HOUSE LAHORE (1964) P-127

نے سوچا کہ نواب سراج الدولہ سے جنگ لڑنا تو مشکل ہے۔ اس لئے ریشہ دوانی،
رشوت ستانی اور سازش سے کام نکالا جائے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انگریزوں
نے مانک چند گورنر کلکتہ کو گانٹھ لیا۔ ان سازشوں میں اومی چند تاجر اور
جگت سیٹھ مہاجن کا برابر کا ہاتھ تھا۔ یہ لوگ ایک طرف تو نواب سراج الدولہ کو
بار بار ترغیب دیتے رہے کہ انگریزوں کے حقوق کلکتہ میں بحال کر دئے جائیں۔
دوسری طرف نواب کے خلاف انگریزوں کو اکساتے رہے۔ کلائیو نے مدراس سے
آکر جب کلکتہ پر حملہ کیا تو مانک چند نے پہلی غداری یہ کی کہ فوج کے ہوتے ہوئے
مرشد آباد کو بھاگ نکلا۔ حالانکہ انگریزی حملے کی روک تھام کے لئے اس کے
پاس کافی فوج موجود تھی۔ مانک چند کی اس غداری نے کلکتہ میں انگریزوں کے
قدم ایسے جما دئے کہ پھر نہ اکھڑے۔[1]

ب۔ <u>نندہ کمار</u>

نندہ کمار نواب سراج الدولہ کی طرف سے ہگلی کا فوجدار تھا اور نواب کی جو فوج
چندر نگر کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی اُس کا کمانڈر بھی تھا۔ انگریزوں نے رشوت
دے کر اُسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ جب کلائیو نے چندر نگر پر حملہ کیا تو نندہ کمار اپنی
فوج کو کسی دوسری جانب کھسکا کر لے گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز کلکتہ سے آگے
بے روک ٹوک بڑھتے چلے گئے۔[2]

ج۔ <u>رائے دُرلابھ</u>

رائے دُرلابھ نواب سراج الدولہ کا جرنیل تھا۔ جب انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ نواب

---

[1] [2] AN ADVANCED HISTORY OF INDIA BY RC MOJAMDAR
P-660'661

سراج الدولہ اُن کی ملک گیری کی راہ میں دیوار بنا ہُوا ہے تو اُنہوں نے سازشوں کا جال اور وسیع کر دیا۔ رشوت میں دولت پانی کی طرح بہادی۔ مہاجن جگت سیٹھ اور تاجر اومی چند انگریزوں کے خفیہ ایجنٹ تھے۔ اُنہوں نے میر جعفر اور رائے دُرلابھ کو بھی ناپاک سازش میں شامل کر لیا۔ اومی چند سے کلائیو نے مُنہ مانگی دولت دینے کا وعدہ کیا۔ میر جعفر کو نواب بنانے کا جھانسہ دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جب پلاسی میں انگریزی فوج اور نواب کی فوج کا آمنا سامنا ہُوا تو میر جعفر اور رائے دُرلابھ نے غدّاری کی اور لڑے بغیر فوجوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ معمولی سی جھڑپ کے بعد فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ لیکن اس معمولی جھڑپ یعنی جنگِ پلاسی کے نتائج دُنیا کی عظیم جنگوں سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ بنگال پر انگریزوں کا اقتدار قائم ہو گیا اور ان کے لئے ہندوستان کی تسخیر کا راستہ کُھل گیا۔ [1]

یہ سب تاریخی حقائق ہیں جن کا ہندو مؤرّخوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ ہندو مؤرّخ کے ایم پنّی کر اپنی کتاب "تاریخِ ہند کا جائزہ" میں لکھتے ہیں۔ یوروپی بنیوں کی سردار انگریزی کمپنی اور مارواڑی تاجروں کے درمیان جن کے ہاتھوں میں بنگال کی سب دولت تھی عہد نامہ ہو چکا تھا۔ [2]

ہندو مسلمانوں کو ہر قیمت پر مٹانے کے لئے تلے ہُوئے تھے خواہ ہندوستان انگریزوں کے ہاتھ ہی میں کیوں نہ چلا جائے۔ ہندوؤں کے ان خیالات کا بنکم چندرا چیٹرجی نے واشگاف طور پر اپنے ناول انندہ ماتھ میں اظہار کیا ہے۔ 1770ء یعنی جنگ پلاسی سے تیرہ سال بعد ہندو

ف1 AN ADVANCED HISTORY OF INDIA BY RC MOJAMDAR P-660 661

ف2 SARVEY OF INDIAN HISTORY BY K.M. PANNIKAR QUOTED IN EARLY PHASE OF MUSLIM POLITICAL MOVEMENT BY JAMIL-UD DIN AHMMED. P.4

سنیاسیوں نے لوٹ مار کی تھی۔ یہ سنیاسی کالی دیوی کی پُوجا کرتے تھے اور اُن کا مقصد مُسلمان اُمرا اور مُسلمان حکومت کے خزانہ کو لُوٹ کر مُسلمانوں کو کمزور بنانا تھا۔ اِس ناول کے آخری باب میں رہزن سنیاسیوں کے سرغنہ ستیہ نندہ کی یہ تقریر ملاحظہ ہو "تمہارا مقصد اب پُورا ہو چکا ہے مُسلمانوں کی قوت خاک میں مل چکی ہے۔ اب تمہارے لئے کوئی اور کام نہیں ... ہمیں چاہیئے کہ انگریزوں کو حکمران بنائیں۔ انگریزوں کی حکومت میں ہمارے لوگ یعنی ہندو خوش رہیں گے ... فی الحال انگریز تجارت میں مصرُوف ہیں۔ اِنہیں صرف دولت سمیٹنے کا شوق ہے۔ وُہ حکومت کی ذِمہ داری سنبھالنے کی خواہش نہیں رکھتے لیکن کالی دیوی کے بیٹوں کی بغاوت ان کو حکومت کرنے پر مجبور کر دے گی کیونکہ اگر وُہ ایسا نہ کریں گے تو دولت جمع نہ کر سکیں گے۔ یہ بغاوت اِس لئے کی گئی ہے کہ انگریز اقتدار سنبھال سکیں ... اب ہمارے دشمن باقی نہیں رہے انگریز ہمارے دوست بھی ہیں اور حکمران بھی"[1]۔ اُسی ناول میں بندے ماترم کا ترانہ شامل ہے جسے کانگرس نے اس لئے اپنا قومی ترانہ بنایا تھا کہ اس میں ہندو قومیت کو مُسلمانوں کے خلاف اُبھارا گیا تھا اور کانگرسی مُسلمانوں سے بھی یہی توقع کی جاتی تھی کہ وُہ بندے ماترم پڑھا کریں۔

مُسلمان زمینداروں کی زمینوں پر قبضہ

1757ء کی جنگِ پلاسی کے بعد انگریزوں نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ مُسلمان اُمراء اور متوسط طبقہ کے لوگوں کا اِس درجہ استحصال کیا جائے کہ وُہ دوبارہ حکومت قائم کرنے کے قابل نہ رہیں۔ اِس سلسلے میں انہوں نے زمین کی بازیابی کا قانون RESUMPTION REGULATION

[1] ANANDA MATH BY BANKIM CHANDRA CHATTERJEE QUOTED IN EARLY PHASE OF MUSLIM POLITICAL MOVEMENT BY JAMIL UD DIN AHMED P-4'5

نافذ کر کے مُسلمان زمینداروں کی زمینیں اور اوقاف ضبط کر لئے[1]۔ بنگالی مُسلمان اُمراء نے تقریباً ایک تہائی مزروعہ اراضی اوقاف میں دے رکھی تھیں جن کی آمدنی سے گاؤں گاؤں مکتب اور مدرسے جاری تھے۔ اوقاف کی اراضی کی ضبطی سے منتظم بے کار ہو گئے۔ سکول بند ہو گئے اور قومی جائداد چھن گئی۔ اس کے ساتھ ہی انگریز بندوبست میں آئے دن تبدیلیاں کرتے رہے کبھی تو ایک ایک سال کا بندوبست جاری کیا۔ کبھی پانچ پانچ سال کا۔ سنہ 1793ء میں بندوبست استمراری جاری ہُوا۔ انگریزوں کی حکومت سے پہلے تقریباً 95 فی صد مالکانِ اراضی مُسلمان تھے۔ اُنہوں نے لگان کی وصولی کے لئے ہندو کارندے مقرر کر رکھے تھے۔ یہ کارندے اپنا حِصّہ لے کر باقی رقم زمینداروں کو پہنچا دیتے۔ بندوبست استمراری میں انگریزوں نے زمینوں کی ملکیت ہندو کارندوں کو دے کر مُسلمان زمینداروں کو ان کی جائداد سے محرُوم کر کے تباہ کر دیا۔ ان عیّارانہ چالوں سے انگریزوں نے ساٹھ سال کی قلیل مدّت میں مُسلمانوں کو زمین کی ملکیت سے محرُوم کر کے بھیک مانگنے پر مجبور کر دیا۔ اب مالکانِ اراضی میں مسلمانوں کا تناسب 5 فی صد رہ گیا۔ تمام زمین ہندوؤں کے قبضے میں چلی گئی۔ کتاب "ہندوستانی مسلم" کا ہندو مصنّف رام گوپال مُسلمان اُمراء کی زمینوں سے بے دخلی کے بارے میں یُوں لکھتا ہے۔

"جب انگریز مختلف علاقوں پر قابض ہو گئے تو مسلمان اُمراء و شرفائے بنگال کو نقصان پہنچا۔ سب سے پہلا دھچکا مُسلمان اُمرائے بنگال کو لگا۔ حکومت اور اصلی لگان وصول کرنے والوں کے درمیان اُمراء کا طبقہ ایک فالتو طبقہ تھا۔ مُسلمان بادشاہوں کے خیال میں انہیں کوئی اہمیت حاصل ہو گی لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی نے انہیں غیر ضروری سمجھا۔ جونہی کمپنی کے قدم مضبوطی سے جمنے لگے مُسلمان زمیندارانِ بنگال کو بے دخل کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ سنہ 1793ء کے بندوبست استمراری میں انہیں ختم کر دیا گیا۔[2]" مسٹر جیمز او کنیلی

---

[1] THE DAWN DAILY DATED 15 APRIL 1971

[2] INDIAN MUSLIMS- A POLITICAL HISTORY BY RAM GOPAL ASIA PUBLISHING HOUSE P. 15

JAMES O'KINEALY نے اس تبدیلی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:"اس تبدیلی سے اُن ہندو لگان وصول کرنے والوں کو جو اُس وقت تک ادنیٰ کارندوں کی حیثیت رکھتے تھے، زمیندار بنا دیا گیا اُنہیں حقوقِ ملکیت حاصل ہو گئے اور وُہ دولت جمع کرنے لگے جو مسلمانوں کی بادشاہی میں مُسلمانوں ہی کو ملتی"۔[1]

مُسلمانانِ بنگال کی سرکاری ملازمتوں سے بے دخلی

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے جنگِ پلاسی سے پہلے مالکانِ اراضی بھی مُسلمان تھے اور حکومت کا کاروبار بھی مُسلمان ہی چلاتے تھے۔ مُسلمان افسرِ مال لگان وصول کرتے۔ مُسلمان فوجدار اور کوتوال امن قائم رکھتے۔ مسلمان، مُنصف، قاضی اور مُفتی مقدمات طے کرتے اور انصاف کے تقاضے پُورے کرتے۔ سو سال کے اندر اندر حالات یکسر بدل گئے۔ سر ولیم ہنٹر نے 1871ء میں سرکاری ملازمتوں میں ہندو اور مُسلمان افسروں کے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں وُہ یہ ہیں:۔[2]

	ہندو	مسلمان		ہندو	مسلمان
ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر	7	–	محکمہ تعمیراتِ عامہ (ماتحت محکمہ)	125	4
ڈپٹی میجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر	113	30	کسٹم سمندر اور سروے کا محکمہ	10	–
انکم ٹیکس افسر	43	6	محکمہ صحت (ہسپتال ڈسپنسری اور جیل)	65	4
پولیس کے گزیٹڈ افسر	3	–	محکمہ تعلیم	14	1
محکمہ تعمیراتِ عامہ (انجینئر)	19	–	عدالتِ خفیفہ کے جج	25	6
محکمہ تعمیراتِ عامہ (اکاؤنٹ)	54	–	مُنصف	178	37

[1]، [2] INDIAN MUSSALMANS BY W.W HUNTER, PREMIER BOOK HOUSE, (1964) P-126

ہندو	مسلمان
25	2
681	92

یہ اعداد و شمار انگریزوں کی ناانصافی اور ہندوؤں کی دشمنی کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔

تعلیم کے میدان میں مسلمانانِ بنگال کی حق تلفیاں

قومی سیاست کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ تعلیم کی بدولت قوم ترقی کے مدارج طے کر کے عروج کو پہنچتی ہے اور تعلیم کے بغیر افلاس اور غلامی کے گڑھے میں جا گرتی ہے۔ اس اصول کے دوسرے حصے کو انگریزوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں پر برتا۔ مکتب اور مدارس چونکہ اوقاف کی آمدنی سے جاری تھے اس لئے اوقاف کی اراضی ضبط کر لیں۔ مسلمان اساتذہ کو نکال باہر کیا۔ ہندوؤں کو تعلیم کے میدان پر مسلط کر دیا۔ سر سید احمد خان کے بیٹے جسٹس محمود نے بنگال میں مختلف شعبہ ہائے تعلیم میں کامیاب ہونے والے مسلمانوں اور ہندوؤں کا جائزہ پیش کیا ہے جو یہ ہے۔

سنہ 1858ء تا سنہ 1893ء تعلیم میں کامیاب ہونے والے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اعداد[1]

تعلیمی شعبے	ہندو	مسلمان	تعلیمی شعبے	ہندو	مسلمان
انجینئرنگ	162	1	لاء	2579	76
میڈیکل	985	23	بی اے	1549	77
ڈاکٹر آف میڈیسن	8	-	ایم اے	253	13

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہ حالت تقریباً سنہ 1913ء تک قائم رہی۔ سنہ 1899ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا جلسہ کلکتہ میں ہوا۔ اس میں چوٹی کے مسلمان مشاہیر نے شرکت کی۔ اس جلسہ

[1] THE HURRIYYAT DAILY DATED 27 APRIL 1971

میں مولوی عبدالکریم انسپکٹر مدارس کلکتہ نے اپنی سرکاری حیثیت کو خطرے میں ڈال کر مندرجہ ذیل حقائق پر سے پردہ اُٹھایا:- [1]

ا۔ 1836ء سے پہلے بنگال کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ اس سے مُسلمانانِ بنگال کا اپنی مِلّت سے گہرا رشتہ قائم تھا۔ فارسی کی بجائے انگریزی اور بنگلہ کے بطور سرکاری زبانوں کے رائج ہونے سے اُن کا مِلّت سے رِشتہ ٹوٹ گیا اور انہیں ہندو بنگلہ مجبوراً اپنانی پڑی۔

ب۔ سکول اُن علاقوں میں کھولے گئے جن میں ہندوؤں کی کثرت ہے مُسلمان آبادی والے علاقوں کو سکولوں سے محروم رکھا گیا۔

ج۔ سکولوں کے انسپکٹر عام طور پر ہندو مقرر کئے گئے۔

د۔ سکول ماسٹر زیادہ سے زیادہ ہندو ہی رکھے گئے۔

ہ۔ جو تھوڑے سے مُسلمان طلباء سکولوں میں پڑھتے تھے انہیں ادب و تواریخ کی وہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں جن میں ہندو دیو مالا اور ہندو مذہب کی باتیں درج تھیں۔ گویا مسلمان بچّوں کو رسولِ اکرمؐ اور خلفائے راشدین کی سیرت اور اخلاق کی بجائے رام۔ لچھمن اور رادھا کرشن کے قصّے پڑھائے جاتے تھے۔ مشہور اسلام دشمن ناول نویس بنکم چندر اچیٹرجی جو مُسلمانوں کے اخلاق پر سخت سے سخت حملے کرنے سے بھی نہیں شرماتا۔ اُس کی کتابوں سے مضامین چُن کر شامل کئے جاتے۔ ان کتابوں میں اس بات کی تعلیم دی جاتی کہ مُسلمان بے رحمانہ خوں ریزی سے فاتح بنے انہوں نے دُوسروں کے ملک ہتھیا لئے وہ بلا ضرورت چار شادیاں کرتے ہیں۔ اس طرح

---

[1] THE HURRIYYAT DAILY DATED 17 APRIL 1971

بھولے بھالے مُسلمان بچّوں کو اپنے دین سے متنفر کرنے کی تربیت دی جاتی۔

1913ء میں مُنعقد ہونے والی آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں جس کے صدر پنجاب کے جسٹس شاہ دین صاحب تھے۔ مولوی واجد حسین وکیل کلکتہ ہائی کورٹ نے ایک تقریر میں مُسلمانانِ بنگال کی حق تلفیوں پر مزید روشنی ڈالی۔ مولوی واجد حسین نے بتایا کہ گورنمنٹ کی عطا کردہ تعلیمی گرانٹ کو ہندو اپنی تعلیم کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ چونکہ گرانٹ جاری کرنے اور نگرانی کرنے کے اختیارات ہندو افسروں کے پاس ہیں۔ اس لئے یہ بات ڈھکی چھُپی چلی جا رہی ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ محکمہ تعلیم میں جو چند افسر ہیں۔ وُہ بڑی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ انہیں ہر وقت یہی خوف لاحق رہتا ہے کہ ہندو افسر اِن کی ملازمت کے خلاف کوئی خُفیہ سرکاری رپورٹ نہ کر دیں۔ اس لئے وُہ حق تلفیوں کے بارے میں صدائے احتجاج بلند نہیں کر سکتے۔ اگر کبھی ایسے علاقوں کے لئے گرانٹ منظور بھی ہوتی جن میں مُسلمانوں کی اکثریّت ہے تو بالکل معمُولی وجوہ کی بنا پر اُسے ملتوی کر دیا جاتا۔[1]

انگریزوں نے 1857ء میں کلکتہ یونیورسٹی قائم کی۔ چونکہ اس یونیورسٹی پر ہندو مسلّط تھے۔ اِس لئے 1913ء تک کوئی مُسلمان فیلو مقرر نہیں ہوا۔[2] بعد میں ایک سو فیلوز میں صرف چھ مُسلمان تھے۔ 33 پروفیسروں میں صرف دو مُسلمان تھے اور وُہ بھی عارضی۔ فارسی عربی زبانوں کے لئے مُسلمانوں کی اشک شوئی کے لئے دو چار پروفیسر رکھ لئے جاتے حالانکہ ان شعبوں میں بھی غیر مُسلموں کی اکثریّت تھی۔ ایک مسلمان طالب علم کو صرف مُسلمان ہونے کی وجہ سے سنسکرت پڑھنے کی اجازت نہ دی گئی۔ پریذیڈنسی کالج میں مُسلمانوں کا کوٹہ صرف 35 تک محدُود کر دیا گیا۔

1939ء میں کلکتہ میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ اس میں مولوی فضل الحق صدر مجلسِ استقبالیہ۔ سیّد حسین شہید سہروردی جنرل سیکرٹری اور حیدر آباد دکن کے مشہور علم دوست نواب

---

[1] ، [2] THE HURRIYYAT DAILY DATED 27 APRIL 1971.

کمال یار جنگ بہادر صدر تھے۔ مولوی فضل الحق نے اپنی ایک تقریر میں کہا[1] "صوبہ بنگال میں گذشتہ اڑھائی برسوں میں حسب گنجائش بجٹ میں کافی روپیہ ابتدائی تعلیم کے لئے رکھا گیا۔ نیز لڑکیوں کی تعلیم کا بھی بندوبست کیا گیا۔ ڈھاکہ اور چاٹگام میں بھی تعلیمی ترقی کے لئے کوششیں کی گئیں۔ پہلے جو نصاب مقرر تھا وہ مسلمان لڑکیوں کی ضروریات کے خلاف تھا۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ اس میں ترمیم کی جائے۔ اس بات پر کانگرسی اخباروں نے واویلا شروع کر دیا اور طرح طرح کا جھوٹا پروپیگنڈا کیا۔ مثلاً یہ کہا گیا کہ ہندو لڑکیوں کو عربی فارسی پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ موجودہ وزارت پرائمری سکولوں کو مکتب بنا رہی ہے۔ یہ بہتان بھی لگایا گیا کہ مسلمان استاد ہندو بچوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ گائے کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔ ہندو مذہب جھوٹا ہے اور اسلام سچا ہے۔ حالانکہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ کسی مولوی صاحب نے یہ تعلیم نہیں دی۔ زبان کے مسئلے میں شیر بنگال نے فرمایا۔ "یہاں کی مادری زبان بنگالی ہے۔ اگر یہ حالت جاری رہی تو مسلمان بکرماجیت کو تو یاد رکھیں گے لیکن خلفائے راشدین کے نام سے واقف نہیں ہوں گے بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ نوبت نہ پہنچے کہ مسلمان بجائے قرآن مجید کے رامائن پڑھنے لگیں۔ آج آپ فخر کرتے ہیں کہ بنگال میں تین کروڑ مسلمان ہیں (اب چھ کروڑ ہیں) لیکن ان میں کتنے ہیں جو درحقیقت پورے طور پر مسلمان ہیں۔

میں جب کسی ایسے مسلمان میں ایسی باتیں دیکھتا ہوں جو اسلام کے خلاف ہیں تو سخت رنج ہوتا ہے یہ کیا ہے کہ نام عبدالوحید ہے اور کام رام لچھمن کا۔ اگر تم مشرکانہ اور ہندووانہ کام کرتے ہو تو اپنا نام بدلو۔ پھر اپنے کو بھی بدلو اور مسلمانوں کو بدنام نہ کرو۔ ہمیں اسلام کا فلسفہ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہندو کے فلسفے کی ضرورت نہیں کہ ہنومان اور بندر کے قصے سنیں۔ آج سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے بنگال اردو کا گہوارہ تھا۔ موجودہ نثر نویسی کی ابتدا کلکتہ میں ہوئی تھی۔ اردو کے

---

[1] THE HURRIYYAT DAILY DATED 29 APRIL 1971

بڑے بڑے ادیب اور شاعر بنگال میں پیدا ہوئے۔ اور اُن کی نشانیاں اب بھی یہاں وہاں ملتی ہیں۔ لیکن آج کل سکولوں کے جدید نظام کی بدولت اُردو سے اجنبیت بڑھتی جارہی ہے اور یہ خطرہ محسوس کیا جارہا ہے کہ اگر پُرانی نسل ختم ہوئی اور حالات کی اصلاح نہ کی گئی تو غالباً بنگال میں اُردو جاننے والا کوئی بھی نہ ہوگا۔ اس کا تدارک صرف اس طرح ممکن ہے کہ کم از کم مُسلمانوں کے لئے سکولوں میں اُردو کو ایک لازمی ثانوی زبان قرار دیا جائے۔ بنگال میں اب تک یہ تجویز کیوں عملی جامہ نہیں پہن سکی اس کا ایک بڑا سبب کلکتہ یونیورسٹی کا عدمِ تعاون ہے جس کو بنگال کے سکولوں، کالجوں اور نصابوں پر غیر معمولی اختیارات حاصل ہیں۔ حالانکہ یہ یونیورسٹی نہ صُوبے کے ہندوؤں کی باضابطہ نمائندگی کا دعویٰ کر سکتی ہے نہ مُسلم اکثریت کی نمائندگی سے اس کو کوئی واسطہ ہے۔ یہ اپنی موجودہ صُورت میں سارے بنگال کے مُسلمانوں، اچھوتوں اور دُوسری جماعتوں اور خود عام ہندوؤں کے تعلیمی مفاد کی ترقّی کی راہ روکے کھڑی ہے۔ مُسلمانانِ بنگال کی تعلیمی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کلکتہ یونیورسٹی کا بالکل غیر موزوں، نامنصفانہ اور غیر عادلانہ اور غیر جمہوری آئین ہے۔ یہ یونیورسٹی کہنے کو تو سارے بنگال کی یونیورسٹی ہے لیکن حقیقت میں اس میں بنگال کی 55 فیصد مسلم اکثریت اور 30 فیصد سے اُوپر اچھوت اور پسماندہ اقوام کی مطلق کوئی نمائندگی اور آواز نہیں۔ مُسلمانانِ بنگال اور بہت سی دُوسری جماعتیں چاہتی ہیں کہ اسکولوں میں اُردو کو ایک لازمی مضمون قرار دیا جائے لیکن اُونچی ذات کے ہندوؤں کی اجارہ دار ٹولی جو کلکتہ یونیورسٹی کو اپنا موروثی ترکہ بنا کر پُورے بنگال کے نصابِ تعلیم پر حکمراں ہے نہیں چاہتی کہ مُسلمانوں کی یہ خواہش پُوری ہو۔"

تقسیمِ بنگال اور ہندو سازشوں سے اُس کی منسُوخی

جنگِ پلاسی کے بعد اقتدار مُسلمانوں سے انگریزوں کو منتقل ہُوا تو مُسلمانوں پر دو اطراف سے

مظالم ڈھائے جانے لگے ۔ انگریزوں نے ظلم اور حکومت کے دباؤ سے اِنہیں زمین کی ملکیت سے بے دخل کیا۔ سرکاری ملازمتوں کے دروازے اِن پر بند کیئے ۔ انہیں تعلیم کی سہولتوں سے محروم کیا۔ ہندوؤں نے ہر قدم پر ان سے غداری کی ۔ ان کی زمینوں کے مالک بن گئے ۔ انتظامیہ میں ملازمتیں پاکر انہیں ستانے لگے اور جو تھوڑے بہت حقوق و مراعات حاصل ہو سکتے تھے اُنہیں روکتے رہے۔ اس بارے میں بعض انگریزوں نے بھی محسوس کیا کہ مُسلمانوں سے زیادتی ہُوئی ہے ۔ مثلاً سر ولیم ہنٹر نے "ہندوستانی مُسلمان" کتاب لکھ کر حکومت کو ان حالات سے باخبر کیا۔ لارڈ کرزن جب ہندوستان کے وائسرائے بن کر آئے تو اُنہوں نے مشرقی بنگال کو الگ صُوبہ بنانے کی تجویز پیش کی ۔ 1903ء میں جب یہ سکیم مشہور ہُوئی تو ہندوؤں نے مخالفت کا بیڑا اُٹھایا۔ جگہ جگہ ایجی ٹیشن ہونے لگے ۔ وجہ یہ تھی کہ مشرقی بنگال کے صُوبہ میں آسام ۔ چاٹگام ۔ ڈھاکہ ۔ راجشاہی کا علاقہ شامل تھا ۔ اس میں مسلمانوں کی آبادی اس وقت تک ایک کروڑ اسی لاکھ اور ہندوؤں کی ایک کروڑ بیس لاکھ تھی ۔ چونکہ ہندو اس میں اقلیت کا درجہ رکھتے تھے اس لیئے وُہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو وہاں بالادستی حاصل ہو اور ہندوؤں کے مفادات کو نقصان پہنچے ۔ نئے صُوبے میں لامحالہ نئی ہائی کورٹ بننی تھی ۔ اس سے ہندو وکیلوں کی آمدنی کم ہو جاتی ۔ ہندو اخباروں کو بھی اپنا کاروبار مندا پڑنے کا خوف تھا ۔ اس لئے سب سے زیادہ احتجاج انہی اخباروں نے کیا ۔ ہندو قوم پرستوں کو اور زیادہ دکھ ہُوا مہاراجہ مہندر ائچندر انندی قاسم بازار والے نے جو عام طور پر اُن دنوں احتجاجی کمیٹیوں کے صدر ہُوا کرتے تھے یہاں تک کہہ دیا "نئے صُوبے میں مُسلمانوں کی اکثریت ہو گی ۔ بنگال میں ہندو اقلیت میں شمار ہوں گے یعنی ہم لوگ اپنے ہی ملک میں اجنبی ہو جائیں گے ۔ مجھے تو اس بات سے خدشہ ہے کہ ہماری قوم یعنی ہندوؤں کا مستقبل پریشان کن ہو گا"[1] لیکن تقسیمِ بنگال کی سکیم کی وجوہات

[1] HISTORY OF FREEDOM MOVEMENT P. 14

بڑی ٹھوس اور دُور رس تھیں۔ پچھلے ڈیڑھ سو سال میں مسلمانوں کو اُن کے جائز حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔ کسانوں کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ انتظامیہ ناقص اور ناکارہ تھی۔ تعلیمی پسماندگی ناقابلِ بیان تھی اور پھر پُورے بنگال کا نظم و نسق ایک گورنر کے بس کی بات نہ تھی۔ بالآخر 16 اکتوبر سنہ 1905ء کو بنگال کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ نیا صوبہ ترقّی کی شاہراہ پر گامزن ہُوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں طرح طرح کی تعمیرات کا کام شروع کر دیا گیا۔ زمینوں کا سروے کیا گیا تاکہ ملکیّتِ زمین کے مقدمات کا منصفانہ حل تلاش کیا جائے۔ تجارت میں مسلمان بھی دلچسپی لینے لگے۔ مسلمانوں کی شرحِ تعلیم میں 6.8 فی صد کا اضافہ ہُوا۔[1] سنہ 1906ء میں کُل طلباء کی تعداد 425840 تھی۔ سنہ 1911ء میں یہ تعداد بڑھ کر 575667 ہو گئی۔ تقریباً 92 فی صد مُسلم آبادی تعلیم سے مستفید ہونے لگی۔ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ مسلمانانِ بنگال ترقّی کی راہ پر چل نکلے ہیں تو اُنہوں نے احتجاجی کارروائیوں میں اور زیادہ شدّت سے کام لیا۔ اِس سلسلے میں ہندوؤں نے کئی طرح کی عیّاریاں کیں مثلاً ہندو مالکوں نے اپنے مسلمان ملازموں پر دباؤ ڈالا کہ وہ تقسیمِ بنگال کی منسوخی میں ان کا ساتھ دیں ورنہ انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جائے۔ مہاجنوں اور بنیوں نے قرض دینا بند کر دیا۔ تاجروں نے مال روک لیا۔ قوم پرست ہندوؤں نے بلوے اور فساد کرانے شروع کر دیے۔ لُوٹ مار اور قتل کی وارداتیں عام ہونے لگیں۔ ہندوؤں کی دہشت پسندی کا اندازہ مندرجہ ذیل گوشوارہ سے کیا جا سکتا ہے۔ جس میں تقسیمِ بنگال سے لے کر اس کی منسوخی تک فسادات کی تعداد بتائی گئی ہے۔[2]

سنہ 1906ء میں	2 فساد ہُوئے	سنہ 1908ء میں	11 فساد ہُوئے
سنہ 1907ء "	7 " "	سنہ 1909ء "	16 " "

---

[1] EARLY PHASE OF MUSLIMS POLITICAL MOVEMENT P-106
[2] THE MASHRIQ DAILY DATED 7 APRIL 1971

سنہ 1910ء میں 9 فساد ہوئے سنہ 1911ء میں 16 فساد ہوئے

سنہ 1912ء " 14 " "

انگریزی حکومت میں ہندوؤں کو بڑا دخل حاصل تھا۔ بالآخر انہوں نے 12 دسمبر سنہ 1911ء کو بنگال کی تقسیم منسوخ کرا کر ایک بار پھر مسلمانوں کو زیر کر لیا۔

تشدد آمیز متعصب ہندو تحریکیں

بنکم چندر اچیٹر جی کے مذکورہ ناول انندہ ماتھ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعصب ہندوؤں کی تشدد آمیز تحریکیں جنگِ پلاسی سے تھوڑی مدت بعد شروع ہو چکی تھیں۔ ہندو انگریزوں کو ہندوستان کا حکمران بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ مسلمانوں کو سیاسی، اقتصادی اور سماجی طور پر مفلوج کر رہے تھے۔ تاریخ اِس بات کی بھی شاہد ہے کہ ایسی تحریکوں نے پہلے پہل سرزمین بنگال میں جنم لیا تھا۔ سنہ 1867ء میں ایک بنگالی ہندو لیڈر نابا گوپال مترا نے ہندو میلہ نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی۔ جس کا ظاہری مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں میں ہندومت کی رُوح کو زندہ کیا جائے۔ چند سالوں کے بعد اس تحریک کو وسیع کر دیا گیا۔ مترا نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ "ہندو قوم صرف بنگال تک محدود نہیں۔ اس میں ہندو نام کا ہر شخص اور ہر چیز شامل ہے جو ہندوستان کے ایک کونے سے دُوسرے کونے تک کہیں بھی پائی جائے۔ اس میں نہ تو جغرافیائی حُدود کی اور نہ ہی علاقائی زبانوں کی رکاوٹیں حائل ہیں۔ سنہ 1866ء میں ایک اور بنگالی ہندو ماسٹر راج نارائن بوس نے ایک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ اِس نے ہندو قومیت کے سوال کو اَور ہوا دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ ہندو مذہب اور ہندو کلچر۔ یورپ کے تمام مذاہب اور کلچروں پر فوقیت رکھتا ہے۔

اِس سلسلے کی سب سے خطرناک اور زیادہ منظم تحریک آریہ سماج کی تھی جس کی بنیاد سوامی دیانند سَرس وتی نے ڈالی۔ آریہ سماجی فوج کی طرح ہتھیاروں کا استعمال سیکھتے اور جسمانی طاقت بڑھانے کے لئے کسرت کیا کرتے تھے مُسلمانوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرتے یہاں تک کہ مُسلمانوں کے محبُوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی شان میں گستاخیاں کرتے۔ ہندو مُسلم فساد کراتے اور سیاست اور انتظامیہ میں مُسلمانوں کی حق تلفی کی کوشش کرتے۔ اِس تحریک نے یہاں تک زور پکڑا کہ آریہ سماجی تحریک در تحریک شروع کرنے لگے۔ یوپی میں اُردو کی بجائے ہندی کو رائج کرنے کا شوشہ انہوں نے چھوڑا۔ گائے ذبح کرنے پر فسادات انہوں نے کرائے اور مسجدوں کے قریب گانا بجانا کر کے مسجدوں کی بے حُرمتی کا مذموم کام بھی انہوں نے اپنے ذِمّے لیا۔ 1906ء میں بنگال کی تقسیم چونکہ مُسلمانوں کے حق میں تھی۔ اِس لئے اس کے خلاف احتجاجی کارروائیاں بھی انہوں نے کیں۔ آخر میں انہوں نے شُدھی اور سنگھٹن دو تحریکیں ہندوستان بھر میں چلائیں۔ شُدھی سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں بسنے والے تمام مُسلمانوں کو بہ زور یا چالاکی سے ہندو بنا کر ہندوستان کو نعوذ باللہ اسلام سے پاک کر دیا جائے اور سنگھٹن کا مطلب یہ تھا کہ تمام ہندو مُسلمانوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر انہیں تباہ و برباد کر دیں۔ اخبار تیج دہلی مورخہ 20 مارچ 1926ء میں امیٹھی کے راجہ کا ایک بیان تھا[1] کہ جب تمام مُسلمان شُدھی کی تحریک سے ہندو بن جائیں گے تو پھر ہماری آزادی کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے گی۔ اسی اخبار نے مورخہ 13 جنوری 1927ء کی اشاعت میں یہاں تک لکھ دیا تھا کہ اے ہندوؤ اگر تم میں اپنے مذہب سے محبت ہے تو دیکھنا دُنیا میں ایک بھی مُسلمان باقی نہ چھوڑنا۔ راجپوتانہ میں کچھ مُسلمانوں کو انہوں نے ہندو بنا بھی لیا۔ اخبار الجمیعت دہلی مورخہ 26 مارچ 1925ء[2] نے تیج دہلی کا اقتباس

---

1 ۔ ح HISTORY OF FREEDOM MOVEMENT P_ 256

چھپا یا تھا جس میں یہ کہا گیا تھا "جب تک پنجاب اور ہندوستان سے مسلمانوں کا صفایا نہیں کر دیا جاتا ہم کبھی سکھ کی نیند نہیں سو سکتے جو کوئی ہندو ہمارے اس خیال کا ہم نوا نہیں وہ نالائق ہے۔ اس میں نہ تو زندگی ہے اور نہ ہی عقل۔ ہر سچے ہندو کا فرض یہ ہے کہ وہ اس دیس کو اسلام اور عیسائی مذہب سے پاک کر دے۔ دو قومیں کبھی بھی پنجاب یا ہندوستان میں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ یا تو ہندو مسلمان ہو جائیں یا انہیں چاہیئے مسلمانوں کو شدھی کے ذریعے سے ہندو بنائیں۔ اس مسئلے کا صرف یہی ایک حل ہے۔

تاریخ کا سبق

مندرجہ بالا سطور میں ہندوؤں اور انگریزوں کے ہاتھوں مسلمانانِ بنگال کے اِستحصال کے چند تاریخی ثبوت پیش کئے گئے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ :-

ا۔ ہندوؤں نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت نواب سراج الدولہ سے غداری کی تاکہ بنگال اور پھر ہندوستان پر انگریز قبضہ کر لیں۔

ب۔ انگریز ہر منزل پر عیاری اور ناانصافی سے مسلمانانِ بنگال کی حق تلفی کرتے رہے انہوں نے ہندوؤں کو مسلمانوں سے غداری کرنے کے صلہ میں بنگال کی زمینداری کے حقوق دِئے مسلمانوں کی بجائے انہیں ملازمتوں میں جگہ دی۔ جب ہندو انتظامیہ پر قابض ہو گئے تو پھر وہ مسلمانوں پر اور زیادہ ظلم ڈھانے لگے۔ مسلمان قوم کو غلام اور مفلس بنانے کے لئے انہیں تعلیمی سہولتوں سے محروم رکھا۔

ج۔ 1906ء میں جب مسلمان لیڈروں کی کوششوں سے مشرقی بنگال کا ایک نیا صوبہ بنایا گیا تو ہندو اس وقت تک مسلسل احتجاج کرتے رہے۔ فسادات کراتے

رہے اور مُسلمانوں کو طرح طرح سے تنگ کرتے رہے جب تک کہ تقسیم بنگال کا حکم منسوخ نہ کر دیا گیا۔

د۔ متعصب ہندوؤں نے تشدد آمیز تحریکیں شروع کر کے ہندوؤں کو مُسلمانوں سے متنفر کر دیا۔ جہاں جہاں مُسلمانوں کی اقلیت تھی وہاں انہیں مارا اور لُوٹا گیا۔ مُسلمانوں کو بہ زور یا لالچ سے ہندو بنانے کی کوششیں کی گئیں۔

ر۔ بنگال کی تمام معیشت پر ہندوؤں نے قبضہ کر کے مُسلمانوں کو اپنا محتاج بنا لیا۔

س۔ آئے دِن بنگالی ہندو متحدہ بنگال کے نعروں سے سادہ اور نادان مُسلمانوں کو گمراہ کرتے رہے۔

ش۔ ہندوؤں نے دو سو برس بنگال کے نظامِ تعلیم پر قبضہ جما کر مُسلمانانِ بنگال کو اپنی مِلّت سے دُور کر دیا۔ اُردو اور فارسی سے اُن میں نفرت پیدا کر دی اور انہیں طرح طرح کی سازشوں میں پھانس لیا۔

اَب ضرورت اِس بات کی ہے کہ مُسلمانانِ بنگال اپنے اصلی دشمن کو پہچانیں۔ اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑیں۔ اپنی مِلّت کو قومیّت پر ترجیح دیں۔ پاکستان اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر قائم ہوا ہے۔ جب تک پاکستان متحد اور مضبوط رہے گا کوئی اس کا بال بیکا نہ کر سکے گا لیکن جب ٹکڑوں میں بٹ گیا تو کمزور ہو کر ہندوؤں کی غلامی کا شکار ہو جائے گا۔

کتبہ: نذیر احمدؔ خوشنویس